خطبہ جمعہ

جس پر خدا کی طرف سے سلام نہ ہو اس پر بندے ہزار سلام کریں وہ اس کے کسی کام نہیں آ سکتے

صرف قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جس میں سب مرسلین پر سلام بھیجا گیا ہے۔

قرآن نہ صرف سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتا ہے بلکہ قیامت تک ان پر سلام بھیجتا چلا جاتا ہے۔

جوشخص ظلم اور تعدّی اور فسق و فجور میں حد سے آگے بڑھتا ہے اسے اسی جگہ سزا دی جاتی ہے

(قرآن مجید ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے صفت سلام کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۱ر فتح ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

خدا تعالیٰ کی صفت سلام سے متعلق جو سلسلہ خطبات کا جاری تھا یہ اس کی آخری قسط ہے اور اس مختصر خطبہ میں، میں سلام کے جو پہلو رہ گئے تھے باقی ان کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلے سورہ یٰسین کی یہ آیت ہے ﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ. هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ. لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ. سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ.﴾ (سورہ یٰس ۵۶ تا ۵۹) یقیناً اہل جنت آج کے دن مختلف دلچسپیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اور وہ اور ان کے ساتھی سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لئے اس میں پھل ہوگا اور ان کے لئے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے۔ سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ اور تم اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں کہ جسے اگر تم بجالاؤ تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ (وہ عمل یہ ہے کہ) تم سلام پھیلاؤ۔ اِفْشُوْ السَّلَام۔ (مسلم۔ کتاب الایمان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تُم اپنے گھر والوں کے ہاں جاؤ تو سلام کہا کرو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے اہل خانہ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ (ترمذی۔ کتاب الاستئذان والاداب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوار شخص پیدل کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری۔ کتاب الاستئذان) آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سلام کے تمام پہلو بیان فرما دیئے ہیں کون پہلے سلام کرے گا، کون بعد میں اس کا جواب دے گا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے اور اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، دیوار یا چٹان حائل ہو جائے پھر دوبارہ اس سے ملے تو دوبارہ سلام کرے۔ یعنی ایک دفعہ سلام کافی نہیں پھر ملے پھر بے شک سلام کرے۔

بخاری میں ہے یہ حدیث۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس کے قریب سے گزرے، یہ غور طلب بات ہے کہ مجلس کے قریب سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرک بت پرست اور یہودی سب بیٹھے ہوئے تھے۔..... آنحضرت ﷺ نے ان سب کو سلام کیا۔ (بخاری۔ کتاب الاستئذان) اب یہ حال ہے کہ آجکل احمدیوں کو سلام کے جرم میں قید کیا جاتا ہے اور اذیت پہنچائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک احمدی کو جس نے ایک مولوی صاحب کو سلام کر دیا تھا پکڑ کے تھانیدار کے پاس لے گئے اور بہت زور دیا کہ اس کے خلاف مقدمہ کرو، اِس نے مجھے سلام کہا ہے۔ تو تھانیدار بہت پکا تھا اس نے کہا آج تو بہر حال میں مقدمہ نہیں کروں گا۔ لیکن اس کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو اگر آئندہ تم پکڑے ہوئے آئے نا تو میں تمہارے خلاف ضرور مقدمہ کروں گا لیکن ایک شرط سے تم بچ سکتے ہو کہ جب ان کو دیکھو ان پر لعنت ڈالا کرو، سلام نہیں کرنا دوبارہ۔ اس نے کہا جی کوئی فکر نہیں میں آئندہ ان لوگوں پر لعنتیں ڈالوں گا۔ تو یہ عجیب ہیں کہ آنحضرت ﷺ تو اِفْشُوْ السَّلَام کہتے ہیں۔ مشرک بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہودی بھی بیٹھے ہوئے ہیں سب کے درمیان آپ نے سلام کہا۔ مگر ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ سلام کے جرم میں سزائیں دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب اُن کو السلام علیکم کہے تو اُس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیباکی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسرشان نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں پھر بھی بے جا تکبر نے اُن کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے، جو سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے، حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے“۔ (روحانی خزائن۔ جلد 23۔ چشمۂ معرفت۔ صفحہ ۳۲۷)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیم کو آگ سے سلامت رکھا جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾

(بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ یکم اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں: ”تجھے سلامتی ہے یہ رب رحیم نے فرمایا“۔ یہ حقیقة المہدی میں ہے۔

پھر فرماتے ہیں ”تم سب پر اس خدا کا سلام جو رحیم ہے“۔

(حقیقةالمہدی باب چہارم صفحہ ۹۱)

اب اس ضمن میں میں ایک دلچسپ بات آپ کو بتا دیتا ہوں کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں بہت بیمار ہو گئے اور بچنے کی امید نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعا کی تو الہام ہوا ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ اس پر سلامتی ہو،

قول سلام رب رحیم کی طرف سے۔ جب حضرت میر صاحب کی وفات ہوئی ہے تو اس وقت ڈاکٹر بڑا زور لگا رہے تھے کہ کسی طرح ان کو بچائیں اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحب بڑی بے چینی سے ٹہل رہے تھے کہ اس کو کیوں تکلیف میں لمبا کر رہے ہو۔ آخر ڈاکٹروں نے چھوڑ دیا اور سورہ یٰسین کی تلاوت ہوئی تو عین اس وقت جب ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ تھا تو حضرت میر صاحب کا دم ٹوٹ گیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا نشان بچپن میں مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشخبری دی تھی وہ کتنے بڑے ہو کر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔

﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ. وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۃ ھود:۴۹) (تب) کہا گیا اے نوح! تو ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اُتر اور ان برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان قوموں پر بھی جو تیرے ساتھ (سوار) ہیں۔ کچھ اور قومیں (بھی) ہیں جنہیں ہم ضرور فائدہ پہنچائیں گے (لیکن) پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ اس کے لئے کوئی تفسیری نوٹ کی ضرورت نہیں ہے بالکل واضح ہے۔ حضرت نوح کو خدا تعالیٰ نے جب سلاماً کہا تھا تو اس کے ساتھ اور قوموں کی حفاظت کا بھی وعدہ کیا گیا تھا تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے پھر جو ہدایت پھیلی ہے آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف قوموں میں حضرت نوح کے ماننے والے پھر انبیاء بنے اور بڑے بڑے ان میں صاحب ولایت بزرگ پیدا ہوئے تو حضرت نوح کو جو سلام خدا کی طرف سے تھا اسی کا یہ نتیجہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت نوح کے پیروکاروں میں سے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر تک ﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت :۸۴) جو قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت نوح کے پیروکاروں میں سے تھے یہ ساٹھ سال کی عمر تک واقعہ ہوا ہے یہ عمر بنتی ہے پانچ سو پچاس سال کے لحاظ سے حضرت نوح کی اور قرآن کریم میں صرف حضرت نوح کی عمر کا ذکر ہے اور کسی نبی کا ذکر نہیں پس قرآن کریم کا ہر لفظ حکمت سے پُر ہے اور اعجازی کلام ہے چنانچہ ساٹھ سال کے بعد پھر حضرت ابراہیم کو اپنی شریعت عطا ہوئی۔

سورہ مریم میں ہے ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا. وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا. وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا. وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (سورۃ مریم :۱۳تا۱۶) اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ اور ہم نے اسے بچپن ہی سے حکمت عطا کی تھی۔ نیز اپنی جناب سے نرم دلی اور پاکیزگی بخشی تھی اور وہ پرہیز گار تھا۔ اور اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرنے والا تھا اور ہرگز سخت گیر (اور) نافرمان نہیں تھا۔ اور سلامتی ہے اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

اب اس میں خاص توجہ کے لائق یہ بات ہے کہ حضرت یحییٰ کو جب کہا گیا کہ ﴿خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ کتاب کو قوت سے پکڑ لے۔ تو ساتھ ہے ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ بچپن ہی میں ہم نے اس کو حکمت عطا فرمائی تھی۔ ﴿حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً﴾ ہماری طرف سے رحمت و شفقت کا سلوک تھا اس سے اور زکوۃ کی بھی تلقین فرمائی تھی ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾ بہت ہی متقی انسان تھا۔ آگے ہے ﴿وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ اپنے والدین کے لئے وہ بہت ہی نرمی کا گوشہ رکھتا تھا اور ﴿بَرٌّ﴾ تھا اور جبار اور شقی نہیں تھا ﴿سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ اس پر سلام ہو ﴿يَوْمَ وُلِدَ﴾ جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہو گا یعنی موت اسکو آ لے گی ﴿وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ اور جس دن وہ حیّ کے طور پر کھڑا کیا جائے گا۔

اب حضرت مریم کے متعلق حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ فرق ہے دونوں کی زبان میں وہاں ﴿وَالِدَيْهِ﴾ تھا یہاں صرف ﴿وَالِدَتِيْ﴾ کا ذکر ہے تو اس سے وہ لوگ جو شک پیدا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا بھی باپ تھا کوئی جس کا پتہ نہیں لگا یہ غلط ہے۔ وہ حضرت یوسف کے بیٹے نہیں تھے۔ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور اسی لئے اب اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اپنی والدہ کے لئے دعا کی ہے، والدین کے لئے نہیں کی۔

﴿اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ (سورۃ مریم :۳۱) مجھے مبارک بنا دیا ہے جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے نماز کی اور زکوۃ کی تلقین کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک والا بنایا ہے اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا۔ اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن مجھے جنم دیا گیا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے مبعوث کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم۔ یہ وہ حق ہے جس میں وہ شک کر رہے ہیں۔

اب اس ضمن میں ایک غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرما رہے تھے کہ مجھے زکوۃ کا حکم دیا گیا ہے، نماز کا حکم دیا گیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ تو یہ بچپن کا کلام ہے تو بچپن میں حضرت مسیح پر کوئی زکوۃ فرض نہیں تھی۔ لازماً آپ رؤیا دیکھتے تھے جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کے بڑے ہو کے نبی بننے کا ذکر کیا تھا کہ تم بڑے مقام پر پہنچنے والے ہو اور اس وقت پھر زکوۃ کا حکم ہے اس سے پہلے کا نہیں ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو بالکل غریب اور فقیر تھے آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جب کچھ بھی نہیں تھا تو پھر زکوۃ کیسے فرض ہوئی۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یقیناً کچھ اپنا تھا جس کی وجہ سے زکوۃ بنتی ہے ورنہ زکوۃ کا یہاں یہ عام معنیٰ لینا پڑے گا کہ خدا کے رستہ میں کچھ دو۔ ایک تو زکوۃ وہ ہے جو اسلامی اصطلاح میں چالیسویں حصہ پر فرض ہوتی ہے اور ایک زکوۃ وہ ہے جو محض خدا کی خاطر دینا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو زکوۃ کا حکم ہے وہ غالباً اسی معنے میں ہے کہ اللہ کی خاطر خیرات کرتے رہو اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت تھی۔ آپ ہمیشہ بہت ہی زکوۃ دیا کرتے تھے، خیرات کیا کرتے تھے لیکن یاد رکھیں کہ یہ بچپن کی رؤیا ہے بچپن میں آپ کلام کر رہے تھے اس وقت زکوۃ دینے کا کوئی حکم نہیں تھا۔

پھر ہے ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ. وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ. سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ. كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت:۱۰۵تا۱۱۱) تب ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم یقیناً تو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے۔ یقیناً اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک بہت کھلی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک ذبح عظیم کے بدلہ اسے بچا لیا اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا ابراہیم پر سلام ہو۔ اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جو غور طلب بات ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان علماء عموماً یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ذبح کرنے لگے تھے ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ اور پیشانی کے بل اپنے بیٹے کو لٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے اپنی رؤیا پوری کر دی اور اس کو ایک ذبح عظیم کے بدلہ بچا لیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ذبح عظیم ایک مینڈھا تھا۔ وہ تو حضرت اسماعیل کی بہت بڑی ہتک ہے کہ ان کو ذبح کرنے کی بجائے بکرے پہ چھری پھیر دی کیونکہ وہ بہت بڑا ذبح تھا، بہت بڑی صاحبِ امر چیز تھی، بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ ذبح عظیم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں کثرت سے صحابہ کی قربانیاں ہیں وہ ذبح عظیم ہے جس کی خاطر ان کو زندہ رکھا گیا اور ﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے تھے تو رؤیا تو پوری ہو گئی تھی۔ یعنی یہ مطلب تھا اس رؤیا کا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو ہمیشہ فکر رہی کہ شاید اس کا ظاہری معنیٰ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ظاہری معنیٰ کیا، تو پہلے ہی رؤیا پوری کر چکا ہے۔ اور ﴿اَرٰى﴾ کا مطلب ہے مَیں دیکھتا ہوں۔ یہ اکثر مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں ذبح کر رہا ہوں۔ فرمایا ابراہیم تو نے گویا رؤیا پوری کر ہی دی اب تُو کیوں ذبح کرتا ہے۔ مگر بہر حال آپ کو جو بچایا گیا ہے کسی حدیث میں نہیں ہے کہ کسی بکرے کو آپ کی جگہ پکڑا گیا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے اشارۃً بھی کسی جگہ ذکر نہیں فرمایا۔ پس ذبح عظیم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ تھے جنہوں نے غیر معمولی طور پر اپنی جانیں قربان کیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:-

”ابراہیمؑ اور اس کے خاندان نے یہ مجرب نسخہ بتایا کہ تمہاری موت ایسی حالت میں ہو کہ تم مسلمان ہو۔ موت کا کیا پتہ ہے کہ کب آ جاوے۔ ہر عمر کے انسان مرتے ہیں۔ بچے، بوڑھے، ادھیڑ۔

موسم میں جو تغیر ہو رہا ہے وہ خداتعالیٰ کی طرف سے انذار ہے۔ شروع سال میں زمینداروں سے سنا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اس قدر غلہ ہوگا کہ سمانہ سکے گا مگر اب وہی زمیندار کہتے ہیں کہ سردی نے فصلوں کو تباہ کر دیا ہے۔ آئندہ کے لئے خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے یہ وقت ہے کہ تم خداتعالیٰ سے صلح کر لو اور اس ایک ہی مجرب نسخہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ ﴿فَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۳۳)۔ "مرنا نہیں جب تک کہ تم مسلمان نہ ہو۔" موت کی کوئی خبر نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر وقت مسلمان بنے رہو۔ یہ مت سمجھو کہ چھوٹے سے چھوٹے عمل کی کیا ضرورت ہے اور وہ کیا کام آئے گا۔ نہیں، خداتعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال:۸)۔ کوئی ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ مَیں جب کافر تھا تو اللہ کی راہ میں خیرات کیا کرتا تھا۔ کیا اس خیرات کا بھی کوئی نفع مجھے ہوگا؟ فرمایا "اَسْلَمْتَ عَلیٰ مَا اَسْلَفْتَ" (مسلم کتاب الایمان) تیری وہی نیکی تو تیرے اس اسلام کا موجب ہوئی وہ تیرے کام آگئی۔" (خطبات نور۔ صفحہ ۱۹۳)

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ ایک بوڑھا جو مشرک تھا وہ چیلوں وغیرہ کو بوٹیاں ڈالا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کو دیکھا تو اس کو دعا دی اور اس کے بعد وہ اس نیکی کے بدلہ میں خود مسلمان ہو گیا اور جانوروں پر رحم بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل ستائش ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی قدر فرماتا ہے۔

اب یہ آیات ہیں: ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ. وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ. وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ. وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ. وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ. سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ. اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الصفت: ۱۱۵ تا ۱۲۳)۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا تھا۔ اور اُن دونوں کو اور اُن کی قوم کو ہم نے بہت بڑے کرب سے نجات بخشی تھی۔ اور ہم نے ان کی مدد کی۔ پس وہی غالب آنے والے بنے۔ اور ہم نے ان دونوں کو ایک روشنی بخش کتاب عطا کی۔ اور دونوں کو ہم نے سیدھے رستے پر چلایا تھا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ یقیناً ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

اب دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فیض آئندہ آنے والوں ہی پہ نہیں گزشتہ لوگوں کو بھی پہنچا ہے۔ قرآن کریم میں یہ سورۃ ہے جس میں بار بار گزشتہ انبیاء اور ان کے ماننے والوں پر سلام بھیجا گیا ہے۔ اور کوئی کتاب دنیا کی دکھائیں ایک بھی کتاب، کوئی الٰہی کتاب کہلانے والی نہیں ہوگی جس میں دوسرے انبیاء کو سلام بھیجا گیا ہو۔ پس قرآن کریم ان معنوں نے سب کتابوں سے افضل ہے باقیوں نے تو دوسرے انبیاء کو جھٹلایا ہے لیکن قرآن کریم نہ صرف تصدیق کرتا ہے بلکہ قیامت تک ان پر سلام بھیجتا چلا جاتا ہے۔

اب یہ آیات ہیں: ﴿اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ. اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ. اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ. فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ. اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ. سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ. اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الصفت: ۱۲۴ تا ۱۳۳)۔ اور الیاس بھی یقیناً مُرسلین میں سے تھا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے؟۔ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور پیدا کرنے والوں میں سے سب سے بہتر کو چھوڑ دیتے ہو۔ اللہ کو۔ جو تمہارا بھی ربّ ہے اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا بھی۔ پس انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور یقیناً وہ پیش کئے جانے والے ہیں۔ سوائے اللہ کے چنیدہ بندوں کے۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ سلام ہو اِلیاسین پر۔ یقیناً ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ وہ یقیناً ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

اب اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ اِلیَاسِیْن کیوں فرمایا گیا ہے۔ حضرت الیاس تو ایک تھے۔ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ الیاس نام کے تین نبی تھے اس لئے ان کی جمع لکھی گئی ہے۔ اِلیَاسِیْن کہ ان سب الیاس نام کے جتنے تھے ان سب پر خداتعالیٰ کا سلام ہو۔ ایک الیاس تو وہ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے نازل ہونا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تشریف لائے تو یہود نے آپ کا انکار اسی لئے کر دیا کہ الیاس کہاں گیا جس نے آپ سے پہلے اترنا تھا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یحییٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یعنی سامنے وہ بیٹھے تو نہیں ہوئے تھے مگر ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی الیاس ہے تم مانو یا نہ مانو۔ تو حضرت عیسیٰ سے پہلے الیاس تھے۔ اب مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے الیاس جسمانی طور پر نہیں اترے تو حضرت عیسیٰ بھی پھر جھوٹے ثابت ہوئے۔ تو حضرت عیسیٰ کے جسمانی اترنے کے کیوں قائل ہیں۔ تو اپنی ہی دلیل سے وہ کاٹے جاتے ہیں وہ یا تو الیاس کو بھی جسمانی جسم کے ساتھ اتر تا دکھا دیں یا الیاس کی بجائے کسی اور کو الیاس سمجھیں جو الیاس کی بجائے آیا ہو۔ پس یہی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دوسرے نام کے ہیں آپ مسیح کے طور پر نازل ہوں گے۔

پھر قرآن کریم سب مُرسَلین پر سلام بھیجتا ہے ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورۃ الصٰفٰت: ۱۸۲۔۱۸۳) اور سلام ہو سب مُرسلین پر۔ اور سب حمد اللہ ہی کی ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اے میرے قادر خدا۔ اے میرے پیارے رہنما۔ تُو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا۔ اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔

اما بعد، اے سامعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو، باوجود صدہا اختلافات کے اُس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں۔ اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

اے ہموطنو! وہ دین، دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان، انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔

(روحانی خزائن۔ جلد ۲۳، پیغام صلح۔ صفحہ ۴۳۹)

یہ پیغام صلح ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری تحریر جو آپ کے وصال کے بعد شائع ہوئی تھی اور اس میں ہندوستان کے لئے تمام مسائل کا حل ہے۔ اگر ہندو اور مسلمان اور عیسائی اور مشرک سارے انسان کی حیثیت سے اکٹھا ہونا سیکھ لیتے تو خدا کے فضل کے ساتھ ہندوستان کے مسائل پیدا ہی نہ ہوتے۔ وہاں سارے تعصّبات نسلی یا مذہبی ہیں اس قسم کے تعصّبات کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یک قلم موقوف ثابت کر دیا اور فرمایا کہ ہمدردی کرو بلکہ یہاں تک کہ اگر کوئی غیر طاعون سے مرتا ہے تو تم اس کے گھر جاؤ اور اس کو کفنانے دفنانے میں مدد کرو۔ پس غیر معمولی طور پر طاعون سے بچنے کی طرف بھی تلقین تھی لیکن ہمدردی کا یہ عالم تھا فرمایا کہ اگر کوئی غیر بھی مر جائے طاعون سے تو تم پہنچو اس کے پاس اور اس کا جنازہ وغیرہ پڑھنے میں، اس کو دفنانے میں اور نہلانے میں کام آؤ۔

اب لیلۃ القدر والی آیت ہے ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (سورۃ القدر آیت ۵۔۶)۔ بکثرت نازل ہوتے ہیں اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر معاملہ میں سلام ہے یہ سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔

اب اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جس دن لیلۃ القدر کی فجر ہو اس دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کی موت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب ایک دفعہ لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ اس کو بچالے اور اس کو دکھا دے اپنی لیلۃ القدر۔ تو صبح سے مراد اس کی موت کی صبح ہے جب اگلے جہان میں جائے گا اس وقت تک یہ سلسلہ سلامتی کا اس پر جاری رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خداتعالیٰ سورۃ القدر میں بیان فرماتا ہے بلکہ مومنین کو بشارت دیتا ہے کہ اس کا کلام اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں آسمان سے اتارا گیا ہے اور ہر ایک مصلح و مجدد جو خداتعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے"۔ لیلۃ القدر سے مراد ہے ایسی رات جس میں بندہ کی قدر کی جاتی ہے یعنی گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہونے کے باوجود پھر ایک صبح پھوٹتی ہے اس میں سے۔ "ہر ایک مصلح و مجدد جو خداتعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے۔ .... اس لیلۃ القدر میں خداتعالیٰ کے فرشتے اور روح القدس اس مصلح کے ساتھ ربّ جلیل کے اِذن سے آسمان سے

اترتے ہیں نہ عبث طور پر۔ بلکہ اس لئے کہ تا مستعد دلوں پر نازل ہوں اور سلامتی کی راہیں کھولیں۔ سووہ تمام راہوں کے کھولنے اور تمام پردوں کے اٹھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ظلمتِ غفلت دور ہو کر صبحِ ہدایت نمودار ہو جاتی ہے"۔(فتح اسلام صفحہ ۵۴۔۵۵)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریرات میں آپس میں صلح کاری کے متعلق بیان کرتا ہوں۔

"آپس میں صلح کاری اختیار کرو، صلح میں خیر ہے۔ جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دے کر چلے جاتے ہیں"۔ یعنی بڑے وقار سے سلام کہہ کر ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ "اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے۔ یعنی جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچے اس وقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اور صلح کاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں۔...... صلح کاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات مَیں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔.......... سو مَیں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں"۔

یہ موقع ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ کہا کہ "اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال"۔ کہ دوستو جہاد کا خیال اب چھوڑ دو۔ "دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال"۔ اس سے غیر احمدی مولویوں نے غلط مطلب نکالا اور یہ بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلامی حکم جہاد کو منسوخ کر رہے ہیں۔ ہر گز ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو جہاد اکبر کی طرف بلاتے تھے۔ سب سے بڑا جہاد تو وہ ہے جو اپنے نفسوں کا جہاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک دفعہ قتال کے جہاد سے واپس آ رہے تھے تو یہ فرمایا کہ ہم جہاد اصغر سے اب جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ پس نفس کے ساتھ جہاد یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔

پھر فرماتے ہیں: "سو مَیں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلادیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا اور اِس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہوگا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دکھلا دیا ہے ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسری چیزوں کو خدا بنایا گیا تھا یہ سب غلطیاں تھیں۔ سو تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرتمند ہے۔ اور دعا میں لگے رہو، ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکو اور پیاسو! سُن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتدا سے وعدہ تھا۔ خدا ان قصوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دُور دُور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور یا جب آسمان کے ایک طرف بجلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں ایسا ہی ان دنوں میں ہوگا"۔(روحانی خزائن۔ جلد ۱۷۔ صفحہ ۱۵۔۱۶)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو الہامات ہیں ان کے پورے ہونے کے دن آ رہے ہیں اور جو بجلی کی چمک کی طرح احمدیت یعنی حقیقی اسلام دنیا میں پھیل رہا ہے اس میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ہم تو ادنیٰ اور ذلیل خادم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس موقع پر استغفار کرنا چاہئے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح عظیم نازل ہوگی تو استغفار کرو۔ استغفار اپنے لحاظ سے بھی کرنا چاہئے یہ سوچ کر کہ ہماری کوششوں سے نہیں ہوا یہ اللہ کے فضل سے ہوا ہے۔ اور استغفار دوسروں کے لئے کرنا چاہئے کہ وہ جب ہم میں آ داخل ہوں تو ہمارے بدنمونہ سے ٹھوکر نہ کھا جائیں۔ یا جب ہم میں داخل ہوں تو ان کے بدنمونہ سے ہم لوگ نہ بھٹک جائیں۔

اب مسلمانوں میں جب کثرت کے ساتھ عیسائی قومیں داخل ہوئی ہیں تو یہ غلط عقیدے یہود اور عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں میں داخل ہوگئے جو بعد میں مصیبت کا موجب بنے۔ پس استغفار کا حکم اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ اور یہی مطلب تھا کہ توبہ کرو اور استغفار کرو اپنے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جو تم میں آتے ہیں، نہ تمہارے بدنمونہ سے ان کو ٹھوکر لگے، نہ ان کے بدنمونوں سے تمہیں ٹھوکر لگے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات ہیں۔ یہ ۱۸۸۳ء کا الہام ہے۔

"سَلَامٌ عَلَيْكَ يَآ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ"۔ تیرے پر سلام ہے اے ابراہیم تو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانت دار اور قوی العقل ہے۔(تذکرہ صفحہ ۱۰۵۔مطبوعہ ۱۹۶۹ء) "سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ صَافَيْنَاهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ"۔ ابراہیم پر سلام، ہم نے اس کو خالص کیا اور غم سے نجات دی۔(تذکرہ صفحہ ۱۰۸۔۱۰۹ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸ر ستمبر ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں:

"مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اول گویا کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ میرا نام فتح و ظفر ہے اور پھر یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے اَصْلَحَ اللّٰهُ اَمْرِيْ كُلَّهٗ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے سارے کام اپنے فضل سے ٹھیک کر دئے۔ پھر دیکھا کہ مکان شبیہ مسجد میں ہوں"۔ یعنی مکان کی شکل کی مسجد ہے "اور ایک الماری کے پاس کھڑا ہوں۔ اور حامد علی بھی کھڑا ہے۔ اتنے میں نظر پڑی تو مَیں نے میاں عبداللہ غزنوی کو دیکھا کہ بیٹھے ہیں اور میرا بھائی غلام قادر بھی بیٹھا ہے۔ تب مَیں نے نزدیک ہو کر ان کو السلام علیکم (کہا) تو انہوں نے بھی وعلیکم السلام (کہا) اور بہت سے دعائیہ کلمات ساتھ ملا دئے جن میں صرف یہ لفظ محفوظ رہا"۔ یعنی ذہن میں یہی رہا۔ "کہ اَخَّرَكَ اللّٰهُ" کہ اللہ تعالیٰ تیرے سارے کام ٹھیک بنا دے۔ انجام بخیر کرے مگر معنے یہی یاد رہے کہ ان کے کلمات ایسے ہی تھے کہ تیرا خدا مددگار ہو، تیری فتح ہو۔ پھر مَیں اس مجلس میں بیٹھ گیا اور کہا کہ مَیں نے خواب بھی دیکھی ہے کسی کو مَیں نے السلام علیکم کہا ہے اس نے جواب دیا وعلیکم السلام والظفر"۔(تذکرہ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ ۱۹۶۹ء) یہ خواب میں ہی خواب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ واقعۃً ان لوگوں کے پاس نہیں گئے تھے خواب میں یہ کہتے ہیں کہ ان کو پھر مَیں نے کہا کہ مَیں نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ایسا واقعہ ہوا ہے۔

ایک اور الہام ہے ۱۹۰۰ء کا۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اِنَّا اَنْزَلْنٰكَ بُرْهَانًا وَكَانَ اللّٰهُ قَدِيْرًا عَلَيْكَ بَرَكَاتٌ وَ سَلَامٌ ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ"۔ تجھ پر سلامتی ہو۔ ہم نے تجھے ایک عظیم الشان حجت کے طور پر اتارا ہے اور تیرا رب قادر ہے۔ تم پر اس خدا کا سلام جو رحیم ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر فرماتے ہیں:

"گزشتہ شب کو یہ الہام ہوا سَلَامٌ عَلَيْكَ يَآاِبْرَاهِيْمُ. پھر اس کے بعد الہام ہوا: سَلَامٌ عَلٰى اَمْرِكَ صِرْتَ فَائِزًا۔ اے ابراہیم تجھ پر سلام، تیرے کاروبار پر سلامتی ہو تو بامراد ہو گیا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۴ مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۲ء تذکرہ صفحہ ۴۴۵۔مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

آخر پر اپنی جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکچر لاہور میں یہ نصیحت فرماتے ہیں:

"پس اُٹھو! اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔ اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اِسی جگہ سزا دی جاتی ہے۔ تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلدی راضی کر لو اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے......... تم خدا سے صلح کر لو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔ اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی"۔ یہ ستر برس کے گناہ سے مراد لیلۃ القدر رہی ہے۔ "یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے، نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین"۔(لیکچر لاہور۔ صفحہ ۳۹)